بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# جُرعات

شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں ان اسباب کا ذکر کیا ہے جن سے دین میں تحریف راہ پاتی اور اسلام کا حلیہ بگاڑنے کا کام لیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے ایک سبب یہ ہے جسے ہم اپنے لفظوں میں بیان کرتے ہیں:۔

"بعض لوگ کسی دوسری ملت کے معتقد یا کسی خاص نظریئے کے حامل ہوتے ہیں، مگر جب وہ کسی وجہ سے اسلام میں داخل ہوتے یا اسلامی علوم (قرآن، حدیث، فقہ و تصوف اسلامی وغیرہ) کا مطالعہ کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اپنے موروثی عقائد ترک کریں، یا کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی زندگی بدلیں) وہ (اپنے "اجتہاد" کے زور سے) مزعومہ عقائد و نظریات (بلکہ خیالات) کے لئے (قرآن و حدیث سے) "دلائل" مہیا کرتے ہیں اور اس طرح اسلام و غیر اسلامی عقائد اور رسوم و عوائد کو ایسا گڈمڈ کر دیتے ہیں کہ حق و باطل اور صحیح و غلط میں امتیاز مشکل ہو جاتا ہے یعنی بظاہر وہ "تحقیق" اسلامی نظر آتی ہے مگر درحقیقت وہ کچھ اور ہوتا ہے یہ لوگ اسلام سے "دلائل" کشید کرتے وقت ہر کمزور سے کمزور سہارا لیتے ہیں اور نہ صرف کہ اپنے خیالات کو جھوٹی روائتوں سے مضبوط بنانے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ اپنی طرف سے موضوع حدیثیں بھی گھڑنے لگ جاتے ہیں"۔

شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:۔

"ومنہا رای من اسباب التحریف) خلط ملۃ بملۃ حتی لا تتمیز واحدۃ من الاخری وذلک ان یکون انسان فی دین من الادیان

تعلق بقلبه علوم تملك الطبقة ثم دين خل فى الملة الاسلامية
فيبقى ميل فى قلبه الى ما تعلق به من قبل فيطلب لاجله وجها
فى هذه الملة ولو ضعيفا او موضوعا وربما جوّز الوضع و
رواية الموضوع لذالك وهو الرأى هو الذى اشار اليه صلى
الله عليه وسلم فى قوله لم يزل امر بنى اسرائيل معتدلا
حتى نشأ فيهم المولدون وابناء سبايا الامم فقالوا بالرأى
فضلوا واضلوا انتهى[1] (حجۃ اللہ ص ۱۲۲ ج ۱)

شاہ صاحب کے اس تجزیے کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہمارے ہاں کے منکرین حدیث اور تجدد پسندوں کی مساعی، تحریر و تقریر کا پس منظر سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں رہتی ——

کیا کیا راستے یہ حضرات اسلام میں "ترمیم" کرنے کے لیئے اختیار فرما رہے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ان "تحقیق کنندگان" کا اپنا کچھ نہیں، عام طور پر ان کے خیالات مسیحی مفکروں سے مستعار اور یورپ کے سیاست بازوں کا پس خوردہ ہوتے ہیں، ان کا کام تو بس مسلم عوام میں ان کی تبلیغ و اشاعت اور ان کے لیئے قرآن و حدیث کو (غلط یا صحیح) استعمال کرنا ہوتا ہے ——

لیکن ہمارے بہت سے بھائیوں کو اس حقیقت واقعیہ کا پتہ نہیں ہوتا اور وہ چست فقروں اور عبارتی سحر طرازیوں کا شکار ہو کر یہ خیال کر بیٹھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی بڑی نکتہ آفرینی اور دردِ ملت کا شاہکار پیش کیا گیا ہے ——

---

اس عجوبہ گری کی ایک تازہ مثال ملاحظہ ہو۔

برتھ کنٹرول، مغربی سیاست کا مسئلہ ہے مگر "ثقافت اسلامیہ" کا جو ادارہ حدیث پاک کے خلاف آئے دن زہر اگلتا اور اس کے غیر محفوظ ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتا رہتا ہے اور

---

[1] یہ حدیث مجمع الزوائد (ص ۱۸۰ جلد ۱) میں مرفوعاً ابن عمر سے اور جامع بیان العلم میں (ص ۱۳۵ جلد ۲) حضرت عروہ تابعی سے (ان کا قول) ہے۔

جس نے انکار حدیث کی تبلیغ میں ایک مستقل کتاب "مقام سنت" نامی شائع کی ہے۔
وہ ادارہ ان ہی "غیر محفوظ" حدیثوں کی بنا پر "برتھ کنٹرول" کو جسے شہوانی اغراض کے لئے لذیت پسند طبقہ یہاں درآمد کر رہا ہے ــــ اسلامی مسئلہ بنانے پر تلا ہوا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ اس عیاشانہ وبا کو فقہ اسلامی کے "مسئلہ عزل" سے بھلا کیا تعلق ہو سکتا ہے مگر داد دیجئے اس ذہانت کی کہ جا بجا "الحادی" پیوند لگا کر اس مہم کو سَر کر لیا گیا، اور دونوں کی کڑیاں باہم ملا کر دکھا دی گئیں ــــ!

صحیح حدیثوں سے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جن دنوں بچہ اپنی والدہ کا دودھ پی رہا ہو ان ایام میں مدینہ منورہ کے لوگ "جنسی ملاپ" سے احتراز کرتے تھے، اس خیال سے کہ ایسی حالت میں مادۂ حیات رحم میں جانے سے دودھ میں بچے کے لئے مضر صحت اجزا پیدا ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے خصوصاً اس صورت میں کہ حمل قرار پا جائے تاہم اگر "ملاپ" ناگزیر ہوتا تو "عزل" سے کام لیتے یعنی ایسی صورت پیدا کر لیتے کہ مادۂ حیات رحم میں نہ پہنچنے پائے۔

اسلام نے اس سادہ سی فطری صورت کے لئے کوئی سخت امتناعی حکم صادر نہیں فرمایا ــــ مگر ہمارے "ثقافتی" حضرات پاکستان کی بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور معاشی ناہمواری کا غیر فطری علاج "برتھ کنٹرول" تجویز کر رہے ہیں اور صریح نص قرآنی ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (۱۷ : ۳۱) کو نظر انداز کر کے ان غیر متعلقہ احادیث کا سہارا سرکاری منصوبہ بندی کو دے رہے ہیں اور اس کے لئے "تحقیق و دیانت" کے عجیب عجیب نمونے پیش کر رہے ہیں۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ایک شخص نے "عزل" کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو جواب میں ارشاد ہوا "ایسا کیوں کرتے ہو" اس نے عرض کیا أُشْفِقُ عَلَىٰ وَلَدِهَا (مجھے اس کے بچے کا ڈر ہے) جس سے اس کا مطلب یہ تھا، کہ "عزل" نہ کرنے کی صورت میں دودھ میں خرابی پیدا ہو کر

بچے کے لئے ضرر کا خطرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا "اگر اس طرح دودھ میں خرابی پیدا ہوسکتی ہے تو ایرانیوں اور رومیوں کے لئے بھی یہ "غیلی" مضر ہوتا[1] (لہٰذا تم عزل نہ کیا کرو)

فنِ حدیث کے ماہرین نے اشفق علی ولدھا کے معنی اسی قسم کے کئے ہیں۔ چنانچہ دسویں صدی ہجری کے مولانا علی قاری اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ای اخاف ..... علی ولدھا الذی ترضعہ لما ان الجماع یضرہ وقیل ای اخاف ان لو اعزل عنہا لحملت وحینئذ یضر الولد الارضاع فی الحمل انتہی[2]۔

اس حدیث پاک میں معاشی ناہمواری کا اشارہ تک نہیں ہے مگر اس کو مطلب کے لئے ہموار کرنے کے لئے ادارہ ثقافت کے دانشوروں نے سب ڈکشنریوں اور اپنی لغت دانی کے دعاوی کو طاق پر رکھ کر پہلے تو اس فقرے کا یہ معنی کیا "اس کی اولاد کا خطرہ محسوس کرتا ہوں" پھر اس سے مندرجہ تحت نتیجہ کا پیوند لگا کر برتھ کنٹرول کے شرعی ثبوت پر مہر ثبت کر دی۔

"اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معاشی تنگی میں مزید اضافہ ہونے کے اندیشے سے ضبط ولادت پر عمل کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں" (ثقافت ۲۵ اپریل ۵۸ء)

دیکھا آپ نے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی گئی حالانکہ اس حدیث کے الفاظ سے جواز کی بجائے عزل کی ممانعت مترشح ہوتی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل سے فرمایا جس قسم کے ضرر کا تمہیں خوف ہے، اس کا پایا جانا بجائے خود مشکوک ہے تو پھر عزل سے فائدہ"؟ اور یوں حکیمانہ طریقے سے سائل کو عزل سے منع فرما دیا ۔۔۔ اس طرح کے اشارات دوسری احادیث میں بھی آئے ہیں سوال پیدا ہوتا ہے کہ درمیان میں معاشی تنگی کا اندیشہ کہاں سے ٹپک پڑا۔

---

[1] صحیح مسلم ص۴۶۶ جلد اول [2] مرقات شرح مشکوٰۃ ص۲۳۱ جلد ۳۔

اس غلط ترجمے میں خلیفہ عبدالحکیم صاحب بیچارے شاید یوں مبتلا ہوگئے، کہ ان ہی جیسے کسی "دلدادۂ ثقافت" یعنی المصری صاحب نے اس حدیث سے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔

"اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اولاد سے بچنے کے لیے ایسا کرتا تھا اور حضورؐ نے اس میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا" (ثقافت ص۱۵ مئی ۱۹۵۷ء)

اور خود ان صاحب نے نیل الاوطار سے یہ عبارت پیش کرکے اپنی "فقاہت" کا یوں نمونہ دکھایا ومن الامور التی تحمل علی العزل الفرار من کثرۃ العیال (ثقافت حوالہ بالا)

مگر افسوس اس مصری صاحب نے بھی نیل الاوطار کے اس مقام کو یا تو سمجھا نہیں یا دیانت سے کام نہ لیتے ہوئے پوری عبارت نقل نہ کی کیونکہ اس میں ان کے پیش کردہ نتیجے کے بجائے "عزل" کی ممانعت کا پہلو نکلتا ہے، تا بہ ضبط تولید چہ رسد!

پوری عبارت یوں ہے۔ قولہ (اشفق علی ولدھا) ھذا احد الامور التی تحمل علی العزل ...... ومنھا الفرار عن کثرۃ العیال .... وفیھا خشیۃ علوقۃ المزوجۃ الامۃ ..... وکل ذلک لا یغنی شیئا لاحتمال ان یقع الحمل بغیر الاختیار (ص۱۶۹ ج۶)

اصحاب علم غور کر سکتے ہیں کہ کیا حدیث سے وہ کچھ ثابت ہو سکتا ہے جسے مصری صاحب اور ان کے مقلد خلیفہ صاحب ناواقفوں کو باور کرانا چاہتے ہیں وذلک مبلغھم من العلم (۵۳: ۳۰)

ایک دوسرے ثقافتی مضمون نگار نے اس "مہتم بالشان" درآمد شدہ مسئلے کے لیے متمسکات کے اور بھی انبار لگائے ہیں، ان کا استدلالی اندازہ لگانے کے لیے بھی شاید یہی نمونہ کافی ہوگا۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا!

اصل مشکل ایسے حضرات کی یہ ہوتی ہے کہ کسی موضوع پر جب کسی مجبوری کی وجہ سے "مواد" مہیا کرکے دینا ہوتا ہے تو پھر ہر طریقہ اختیار کئے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ (باقی بر صفحہ ۱۰۶)